"تاریخ قطبی"

تصحیح ڈاکٹر سید مجاہد حسین زیدی پر ایک نظر

از جناب ڈاکٹر محمد خالد صدیقی ایم اے، پی ایچ ڈی شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

تاریخ قطبی مولفہ خورشاہ، تاریخ کی ایک اہم کتاب ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے استاد ڈاکٹر سید مجاہد حسین زیدی صاحب نے اس کی تصحیح کی ذمہ داری اپنے سرلی، اسی مطبوعہ کتاب کی تصحیح کے سلسلے میں سطور ذیل میں ایک تفصیلی یادداشت پیش کی جاتی ہے۔

فارسی زبان کے مخصوص رسم خط کی وجہ سے اس زبان کے بعض مسائل میں اہم دشواریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ مثلاً اس کے املائی مسائل پیچیدہ ہوگئے ہیں۔ بعض اوقات لفظ معیاری تلفظ سے گر گئے ہیں، لیکن سب سے مشکل مسئلہ متون کی صحت کا ہے۔ چونکہ اس زبان کے حروف تہجی میں بآسانی تحریف ہوسکتی ہے، اس لئے سرمایۂ زبان کی حفاظت میں دشواریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ فارسی زبان کے الفاظ میں تحریف کی جتنی گنجائش ہے اتنی دوسری زبان میں نہیں، اس لئے کہ اس کے حروف مشابہ شکلوں کے ہیں۔ نقطے اور شوشے سے مزید حروف کی تشکیل ہوتی ہے۔ اس بنا پر فارسی کتابوں میں جس حد تک تحریف ہوئی، اس کا اندازہ مشکل ہے۔ چونکہ اس سلسلے کے مسائل نہایت مشکل ہیں جو بغیر معلومات کافی کے حل نہیں ہوسکتے، اسی بنا پر تصحیح متن اعلیٰ درجہ کی تحقیق شمار ہوتی ہے اور اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بہت سے علمی اور ادبی امور کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ اور اگر ان امور کو

پیش نظر نہیں رکھا جاتا تو متن انتہائی ناقص بلکہ گمراہ کن ثابت ہوتا ہے اور مصحح متن یا مرتب کتاب کی بے مائگی پر دلالت کرتا ہے۔ اس بنا پر تصحیح متن کے سلسلے میں صرف ایسے حضرات کو اقدام کرنا چاہیے جن کو ان مسائل سے نہ صرف دلچسپی ہو بلکہ ان میں گہری بصیرت رکھتے ہوں۔ میرے پیش نظر اس وقت ایک اہم کتاب "تاریخ قطبی" ہے جو ڈاکٹر سید مجاہد حسین زیدی کی مرتب کی ہوئی ہے۔ اس ضخیم کتاب کا متن سات سو صفحات کو حاوی ہے اور تقریباً سو صفحات کا ایک تفصیلی مقدمہ ہے۔ یہ مقالہ Bonn یونیورسٹی کے دو پروفیسر W. Honerbach اور Dr. Otto Spies کی رہنمائی میں مرتب ہوا ہے۔

کتاب ہذا جامعہ ملیہ اسلامیہ کی طرف سے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی کثیر زر امداد سے شائع ہوئی ہے، پروفیسر محمد مجیب شیخ الجامعہ نے ایک مختصر سا پیش لفظ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں مرتب کی تصحیح متن کی صلاحیت جو کتاب ہذا کی ترتیب میں صرف ہوئی اس کا ذکر بھی اس طرح پر کیا ہے، کہ مرتب نے بطور انکسار اپنی وہ تمام صلاحیتیں شمار نہیں کیں جو انھیں ناقص اور بعض اوقات ناخوانا مخطوطات کی تصحیح میں صرف کرنا پڑیں۔ لیکن اتنی ضمانت کے باوجود اس کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ جس اہمیت کی یہ کتاب حامل تھی، اس کے اعتبار سے اس کے متن کی تصحیح میں دقت نظر عمل میں نہیں آئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرتب نے کوشش اور محنت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، لیکن کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اُن میں بعض بنیادی خامیاں تھیں جن کی وجہ سے متن بھروسے کے قابل نہیں تیار ہو سکا اور یوروپین محققین بھی رہنمائی کی ذمہ داری سے صحیح طور پر عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔

مرتب نے تصحیح متن کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس میں ایک نسخے کو اصل قرار دیا ہے اور دوسرے مخطوطوں کے مقابلے سے جو اختلاف نسخ نظر آیا اس کو حاشیہ میں درج کر دیا۔ مرتب کی تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے نسخہ حاجی محمد لغو انی کو اصل قرار دیا ہے۔ یہ MS ۹۷۰ھ کا ہے اور بقیہ دونوں Mss سے بقول مرتب کے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ کسی نسخہ کو بعینہ اصل قرار دینا صرف اس صورت میں مناسب ہوتا ہے، جبکہ وہ ہر طرح کے ظاہری سقم سے پاک ہو۔

مثلاً وہ مصنف کے ہاتھ کا نسخہ ہو، یا مصنف کی نظر سے گذر چکا ہو، بقیہ اور صورتوں میں اس امر کی کوشش ہونا چاہیے کہ صحیح متن پیش کیا جائے۔ کسی نسخہ کا جو پوری طرح بھروسے کے قابل نہ ہو، بعینہ متن قرار دینے میں مرتب کی ذاتی صلاحیت کا کوئی دخل نہیں ہوتا، صرف زیادہ سے زیادہ پڑھنے تک اس کے عمل کا دائرہ محدود رہتا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں تحقیقی مقالے کے لئے ضروری ہے کہ محقق تمام اختلافات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسا متن تیار کرے جو مصنف کی اپنی تحریر ہو۔ اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ کسی نسخے کو بعینہ اصل قرار دینا تحقیق کی حدود میں شامل ہے، پھر بھی صحیح متن کے پیش کرنے کی ذمہ داری مرتب پر سے ختم نہیں ہوتی۔ کسی مہمل لفظ کو یا بے معنی جملے کو بعینہ داخل متن کرنا محض اس بنیاد پر کہ وہ نسخہ اصل میں پائے جاتے ہوں، لغو بات ہے، اس لئے کہ اس سے کتاب کا اصل مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ جو بات بادی النظر میں غلط معلوم ہو، اس کو مصنف کی طرف منسوب کرنا، خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود مرتب بھی اس کو غلط قرار دیتا ہو، لایعنی ہے۔ ایسا متن جو مصنف کی تحریر کا آئینہ دار نہ ہو، بلکہ کاتب کی فکر انگیزی کا نتیجہ سمجھا جائے، یقیناً تحقیق کی حدود میں نہیں آتا۔ پیش نظر کتاب کے متن میں اکثر خامیاں ایسی نظر آتی ہیں جو نسخہ اصل میں شامل نہیں ہوسکتیں، اس لئے کہ بقول مرتب وہ نسخہ قابل اعتماد تھا۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ مرتب متن نسخے کے پڑھنے میں پوری طرح ناکام رہے۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اُن کا نسخۂ اصل بعض جگہ ناقص تھا اور عبارت نقل ہونے سے رہ گئی یا مسخ ہوچکی ہے، اس کو مرتب نے متن میں خالی جگہ چھوڑ کر حاشیے میں یہ عبارت دوسرے نسخے کی مدد سے درج کردی ہے، مثلاً ص ۵۶ سطر ۱۶ مصرعہ اول، اصل نسخے میں ناقص تھا، اس جگہ پر نقطے ڈال دئے ہیں، اور حاشیہ میں محذوف لکھدیئے ہیں، یہی عمل سطر ۱۷ دوسرے مصرعہ میں ہوا۔ اس سے واضح ہے کہ مرتب کا مقصد ایک ناقص نسخہ کا چربہ اتارنا ہے۔

اس اہم خامی کے علاوہ یہ کتاب بعض اور اعتبار سے ناقص نظر آتی ہے۔ تحقیق متن کا ایک اصول یہ ہے کہ متن میں مندرج بعض امور کی تخریج ہونا چاہیئے۔ مثلاً اشعار کا مصنف متعین

ہونا چاہیے اور اس کے اصل مجموعہ کلام سے مندرجہ متن اشعار کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح کسی کتاب کے حوالے سے جو عبارت درج ہو، اس کا اصل کتاب سے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض اسماء علم اور اسماء غیر علم کی تصحیح دوسرے مأخذوں سے کی جانی چاہیے۔ لیکن افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ پیش نظر کتاب کے مرتب نے اس میں سے کسی امر کا لحاظ نہیں رکھا۔ نہ اشعار کی تخریج کی اور نہ احادیث و قرآن کے متن کا تعین کیا، جس کی وجہ سے غلطیوں میں اضافہ ہوگیا۔ تخریج کے اصول پیش نظر رکھنا متن کی صحت کا جس حد تک ضامن ہے وہ چند مثالوں سے واضح ہوتا ہے۔

ص ۱۱۳ سطر ۱۰ پر گرگین میلاد، جو شاہنامہ کا ایک مشہور Character ہے، اس کا نام کرکین میلاد لکھا ہے۔ اگر شاہنامہ کے متن سے اس کا مقابلہ ہوجاتا تو یہ غلطی نہ ہوتی۔ ص ۱۲۸ سطر ۱۸ پر ایک شعر لکھا ہوا ہے:

ای سپاہت راظفر لشکر کش و نصرت نزک
نہ یقین بر طول و عرض لشکرت واقف نہ شک

یہ شعر انوری کے ایک مشہور قصیدے کا مطلع ہے۔ اگر مرتب انوری کے دیوان کی طرف رجوع کرتے تو نزک جو یزک کے بجائے غلط طور پر درج ہوگیا ہے، درج نہ ہوتا۔

ص ۱۷۶ - ۱۷۵ پر پانچ اشعار مثنوی کے ہیں جن کا مصنف درج نہیں ہے۔ یہ در اصل بوستان سعدی کے باب اول کے اشعار ہیں۔ اگر بوستان سے ان کا مقابلہ ہوتا ایک طرف تو اُن کی صحت ہوجاتی اور دوسری طرف متن زیادہ تنقیدی قرار پاتا۔ پہلے شعر کا دوسرا مصرعہ وزن سے خارج ہے۔ مطبوعہ مصرعہ یہ ہے:

ہنر بر آن نیا ورد شیران فرست

'ہنر بر آن' کی جگہ 'ہژبران' اور 'نیا ورد' کی جگہ 'ناورد' ہونا چاہیئے۔ ناورد بمعنی جنگ۔ مرتب نے 'ہژبران' کو ایک اور جگہ 'ہنر بر آن' لکھ کر مصرعہ کو وزن سے خارج کر دیا ہے مگر اس کا اُنھیں احساس نہیں ہوا۔ ص ۱۱۱ سطر ۱۸: شدند آن ہنر براں، رزم آزمای۔ صحیح مصرعہ اس طرح

ہونا چاہیئے : شدند آن شر بران ، رزم آزمای

اسی طرح ص ۲۱۳ سطر ۱۴ پر مصرعہ اول : شدند آن ہنر بر آن مشاغل فروز ۔ وزن سے خارج ہے، اگر 'شر بران' پڑھ لیا جائے تو درست ہو جائے ۔

اسی طرح چوتھے شعر کا دوسرا مصرعہ : کہ روز وغا سر نباید چو زن ۔ اس میں سر نباید کی جگہ سر نتابد ہونا چاہیے ۔

ایران کے تاریخی متن کی ترتیب میں جغرافیہ کی کتابوں کی مدد کی بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ ان کتابوں سے کم از کم ناموں کی مکمل طور پر تصحیح ہو جاتی ہے ۔ مثلاً ص ۱۱۲ سطر ۱۴ میں 'شستر' نام درج ہے ۔ اس شہر کا صحیح نام 'ششتر یا شوشتر' ہے ۔ ص ۱۱۳ سطر ۱۰ پر لار شہر کا نام 'لارکہ' درج ہے اور یہی Index کے ص ۶۹۹ پر موجود ہے ۔ مرتب کو یہ بات نہیں معلوم کہ ایران میں ایک مشہور شہر 'گنجہ' ہے ۔ اس کو دو بار ص ۱۰۰ اور ص ۳۱۲ پر 'کنجہ' لکھا ہے ۔ عجیب بات یہ ہے کہ شہر گنجہ، گنجینہ کی رعایت سے ص ۱۰۰ پر دو بار آیا ہے مگر مرتب کا ذہن گنجینہ سے گنجہ کی طرف نہ گیا اور انھوں نے اس کی Reading کنجہ ہی رکھی ۔ بلخ کے اطراف میں دو شہروں کا نام 'بلخاب' (ص ۴۹۱) و 'بلخات' (ص ۵۲۳) ہے ۔ ان میں سے بظاہر 'بلخات' درست ہے ، اس لئے کہ پھر ص ۴۹۲ پر کوہستان 'بلخات' آیا ہے ('بلخات' جمع بلخ) ۔ ص ۳۷۵ پر خراسان کے ایک شہر کا نام 'یاخرز' لکھا ہے اور Index میں بھی ایسا ہی ملتا ہے ؛ حالانکہ واضح طور پر اس شہر کا نام 'باخرز' ہے ۔ ص ۲۸۱ اور ۳۹۳ پر ہمدان کے شہر 'درگزین' کا نام 'درکزین' لکھا ہے ۔ ص ۱۱۹ پر ملوک سربدال سطر ۵، سطر ۱۳ ، اور سطر ۱۶ میں آیا ہے ۔ اس کی بنیاد پر سربدال کو ایران کا شہر سمجھا ہے، حالانکہ یہ ملوک 'سربدار' خاندان کا نام تھا جغرافی نام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ سربدال کے بجائے سربدار ہونا چاہئے ۔ ص ۵۸ پر 'سفید از' ایک شہر کا نام ہے اور شاہنامہ کا حوالہ ہے ۔

---

[۱] اسی قبیل کا ہے : گیلان سے گیلانات ۔

یہ 'سفیدد ز' ہونا چاہیئے۔ ص ۳۲۰ پر طہرستان، عراق، فارس اور کردستان کے ساتھ آیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ طبرستان ہے۔ مرتب کی غلطی یوں معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے طہرستان کو Index میں ص ۶۹۴ پر درج کیا ہے۔ ایرانی تاریخ کا مرتب اور ہمارے زمانے کا مورخ طبرستان کے قدیم مورخ محمد بن جریر طبری کے وطن سے جس درجہ ناواقف ہے، اُس کی مثال کم ملے گی۔

اس متن میں بعض جگہ قدیم کتابوں کے حوالے کے ساتھ مطالب درج ہیں۔ مرتب کا فرض تھا کہ مندرجہ مطالب کا مقابلہ اصل کتاب کے مطالب سے کرتے اور ایسی صورت میں جبکہ ان میں سے اکثر کتابیں چھپ چکی ہوں۔ بظاہر اس بے اعتنائی کا کوئی جواب نہیں۔ تفصیلی مقابلے کا اگر موقع نہ تھا تو اس کی نشاندہی تو بآسانی ہوسکتی تھی، اس سے متن نہ صرف زیادہ ناقدانہ ہوجاتا بلکہ بسا اوقات غلطی سے بھی محفوظ ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں صرف ایک مثال پیش کروں گا۔ کتاب ہذا میں تین بار تذکرۃ الشعراء کا ذکر ہے (۳۶۲، ۴۰۹، ۴۵۴)۔ مرتب اس کو دولت شاہ کا تذکرہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ میر علی شیر نوائی کا تذکرہ ہے اور حسن اتفاق یہ کہ ص ۳۶۲ اور ص ۴۰۹ پر مصنف تذکرہ کا نام بھی درج ہے۔ یہ تذکرہ جس کا نام مجالس النفائس ہے۔ ترکی زبان میں ہے، اس کے دو فارسی ترجمے علی اصغر حکمت کے اعتنار سے تہران ۱۳۲۳ شمسی میں چھپ چکے ہیں اور بآسانی حاصل ہوسکتے ہیں۔ تاریخ قطبی کے ص ۳۶۲ پر میرزا ابو القاسم کے ذیل میں یہ مطالب ہیں:

لہ انگریزی مقدمہ کے ص ۵۴ پر دوسرے مقالے کے مأخذ میں تین کتابوں کا ذکر ہے۔ لب التواریخ مولفہ میر یحییٰ، تذکرۃ الشعراء تالیف دولت شاہ اور تاریخ خواجہ جمال الدین محمود شیرازی۔ دوسرا مقالہ مطبوعہ نسخے کے ۲۶۰ تا ۵۲۹ صفحات کو حاوی ہے۔ اس میں تذکرہ دولت شاہ کے بجائے تذکرۃ الشعراء میر علی شیر نوائی کا ذکر ص ۳۶۲، ۴۰۹ اور ۴۵۴ پر ہے، جیسا کہ اشارہ ہوچکا ہے۔ ص ۳۶۲ پر مولف کا نام واضح طور پر موجود ہے۔ مرتب تاریخ ہذا کو صریح دھوکا ہوا۔

"نقل است کہ روزی در مجلس ذکر حاتم طائی (کذا) می گذشت کہ خانہ داشتہ چہل در۔ اگر سائلی از جمیع ابواب در آمدی از انعام او بہرہ ورگشتی۔ میرزا ابوالقاسم بابر فرمود کہ چرا از یک در چنداں چیزی ندادی کہ بدر دیگرش احتیاج نشدی۔ در تذکرۃ الشعراء امیر علی شیر مذکور است کہ آنجناب را طبع شریف موزون بود و بسخنان ارباب صوفیہ میل تمام داشت و ایں رباعی از نتائج طبع اوست، بیت:

چوں بادہ و جام را بہم پیوستی الخ"

اگرچہ اس اقتباس کے آخری چند جملے امیر علی شیر کے تذکرہ کے حوالے سے نقل ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ پوری عبارت تذکرہ ہذا ہی سے مقتبس ہے، اس تذکرہ کے فارسی ترجمہ سے جو فخری ہروی کے توسط سے تیار ہوا تھا، پوری عبارت نقل کی جاتی ہے:

گویند پیش او ذکر حاتم چنیں گذشتہ کہ خانہ حاتم چہل در داشت، اگر سائلی بتمام آمدی او انعام کردی۔ او جواب گفتہ کہ از یک در چنداں چیزی ندادی کہ بدر دیگر احتیاجش نشدی۔ طبعش بنظم نیز ملایمت داشت از وست ایں رباعی:

چوں بادہ و جام را بہم پیوستی الخ

تاریخ قطبی کے ص ۹۰۴ پر سلطان محمود میرزا اور اس کے بیٹے سلطان مسعود کے متعلق جو مندرجات ہیں وہ سب کے سب تذکرہ مجالس النفائس ہی سے مستفاد ہیں گو مؤلف تاریخ مذکور نے صرف چند عبارتیں اس تذکرہ کے حوالے سے لکھی ہیں۔ پہلے تاریخ قطبی کی عبارت درج کروں گا، پھر تذکرہ کی ضروری عبارت درج ہو گی جس سے تاریخ قطبی کے مؤلف کے استفادہ کی نوعیت ٹھیک معلوم ہو سکے گی:

در تذکرۃ الشعرای میر علی شیر نوائی مذکور است کہ سلطان محمود میرزا بصفت شعر کہ میزان طبع ہنرپروران است اشتغال می نمود در فصاحت (س ۴۸۰ ب) و بلاغت الفاظ و دقت معانی جایش مسند کمال بود۔ این مطلع از نتائج طبع اوست:

گنبد گردوں کہ خشتی نقرہ و خشتی زر است   الخ

بعد از فوت پدرش سلطان مسعود قائم مقام او گشت و بر مملکت ماوراالنہر فرمان روا گشت۔ مادر او از سادات ترمذ بود۔ آنجناب ہم طبع لطیف داشت شعر ترکی و فارسی را بغایت خوب می گفت۔ در وقتی کہ امیر خسرو شاہ گرفتار شدہ بود نیشتر بر چشم او زدہ بودند، از الم نابینائی این رباعی را گفتہ، بیت:

نوری کہ عیار دیدۂ روشن بود   الخ   (تاریخ قطبی)

(سلطان محمود میرزا ولد سلطان ابوسعید میرزا) او بطراز صفت شعر کہ میزان طبع ہنر پروران است اشتغال تمام میفرمود، و در فصاحت و بلاغت الفاظ و دقت معانی جالیش مسند کمال بودہ۔ این مطلع از اشعار گوہر آثار اوست: مطلع

گنبد گردون کہ خشتی نقرہ و خشتی زر است   الخ

سلطان مسعود میرزا فرزند ارجمند سلطان محمود میرزای مذکور بودہ، و از والدہ از جانب سادات ترمذ است، بعد از پدر سعادت اثر جمیع ممالک محروسہ کہ در تحت تصرف پدرش انتظام داشت بید اقتدار او انتقال نمود، و طبع سخن طراز و فکر سحر پرداز ش ..... بفضایل شعر میل تمام داشت، چنانچہ صیرفی طبع لطیفش دیوان ترکی و فارسی ترتیب کردہ بود..... این رباعی را بعد از آنکہ امیر خسرو شاہ نیشتر بچشم او زد گفت: رباعی

نوری کہ عیار دیدۂ روشن بود   (مجالس النفائس)

ان مثالوں سے اندازہ ہو سکے گا کہ اگر مرتب تاریخ قطبی کم از کم ماخذ کی سہل الحصول کتابوں سے تاریخ قطبی کے مندرجات کا مقابلہ کسی سطح پر کر لیتے تو ان کے ناقدانہ ایڈیشن کی اہمیت بہت بڑھ جاتی۔

مرتب فارسی املا کے مسائل سے پوری طرح واقف نہیں ، مثلاً ذ اور ز کا فرق نہیں کرتے ، گزارش کو ذ سے لکھتے ہیں اور گذشت کو ز سے ۔ فارسی کے دو مصدر ہیں، ایک گزاردن بمعنی پیش کرنا ، دوسرا گذاشتن بمعنی چھوڑنا یا ڈالنا ، اور دونوں سے مضارع گزارد اور گذارد بنتا ہے ۔ ان کے استعمال میں انتہائی احتیاط درکار ہے ۔ تیغ گذار 'ذ' سے ہونا چاہیے اور نماز گزار 'ز' سے ۔ لیکن مرتب نے اس پر مطلق عمل نہیں کیا ۔ مثلاً ملاحظہ ہو ص ۱۳۱ سطر ۱۷، ص ۱۳۲ سطر ۱۳ ، ص ۱۳۳ سطر ۱۶ ، ص ۱۳۴ سطر ۱۰، ص ۱۳۵ سطر ۸ ۔ ی کا ذکر کیا کیا جائے ، اس کے املا میں تو اکثر لوگوں سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں ، لیکن ہمارے مرتب نے جو لفظ کہ ی پر ختم ہوا اور اس میں یای نسبت یا یای مصدر کا اضافہ ہوا ، وہاں تمام حالتوں میں وہ ی کو حذف کر گئے ہیں مثلاً روائی کو روای ، تائی کو تای ، بینائی کو بینای لکھ گئے ہیں۔

ان عام اصول سے بے اعتنائی کے باوجود اگر متن صحیح پیش ہوتا، تو بھی غنیمت تھا ، لیکن مرتب نے نسخے پڑھنے اور متن کے مرتب کرنے میں فاحش غلطیاں کی ہیں، اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کو زبان کے بعض مبادیات سے واقفیت نہیں ۔ (باقی)

ماہنامہ سب رس کا غالب نمبر

ستمبر میں شائع ہوگا

چند لکھنے والے : پروفیسر سید محمد ۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر ۔ پروفیسر سید مبارز الدین رفعت ۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل ڈاکٹر سید حامد حسین ۔ ڈاکٹر محمد صفی الدین صدیقی ۔ ڈاکٹر احتشام احمد ندوی ۔ حامد اللہ ندوی ۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید ۔ پروفیسر شکیل احمد صدیقی اور دوسرے ادیب۔

غالب کی تحریروں کے عکس جو حیدرآباد میں ہیں غالب کے قصائد ممدوح الرائے حیدرآباد غالب کے شاگرد جو حیدرآباد میں رہے اور ان کی کچھ تصاویر ۔ غالب نمبروں اور غالب سے متعلق شائع شدہ کتابوں پر تبصرے ۔ ضخامت ۲۰۰ صفحوں سے زاید قیمت چار روپے

ملنے کا پتہ : ایوان اردو ، خیریت آباد ۔ حیدرآباد ۴